ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. Apr-Jun 2025.Page#.2079-2099
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Beginning and Evolution of Youth Education and Training in Different Periods of Islamic History

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا تاریخِ اسلامی کے مختلف ادوار میں آغاز وارتقاء

Sameena Butt
Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Imperial College of Business Studies, Lahore
sameenababar1965@gmail.com
Dr.Taiyyiba Fatima
Assistant Professor, Imperial College of Business Studies, Lahore

Abstract
The education and training of youth is a bright chapter in various periods of Islamic history. The Prophet Muhammad (peace be upon him) is the only person in human history to start a unique education and training movement, declaring education and training as a fundamental right of man and a fundamental duty of Muslims. The Muslim Ummah organized the policy of popularizing education and training that the Prophet Muhammad (peace be upon him) adopted as an institution, while madrassas are its institutional form. Educational centers for the education and training of youth are related to the Prophet's Page, where the teacher of humanity, the benefactor of the universe, Muhammad the Arab, (peace be upon him), carved diamonds through education and training, and presented to the world the champions of peace and love and the champions of unity. Hazrat Ali, who was given the title of Bab al-Ilm by the tongue of the Prophet, conceived the idea of establishing institutions for the education and training of the youth. The young Abu Muslim Khorasani was raised by Isa ibn Ma'qal and when he grew up, he went to a madrasa for his education and training. Similarly, large mosques, madrasas and universities were used for the pursuit of higher education and training. Hazrat Abdullah Ibn Abbas (RA) had a very wide circle of students in Mecca and he also taught Quran, Hadith, Jurisprudence, Farid and Arabic language. The extent to which sciences and arts were promoted during the Abbasid era for the education and training of the youth is recorded in the pages of history.

***Keyword**: Education, Training, Islamic History, Beginnings, Development, Character, Importance of Education.*

موضوع کا تعارف

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا تاریخِ اسلامی کے مختلف ادوار میں ایک روشن باب ہے۔ رسول اللہ ﷺ تاریخ انسانی میں منفرد تحریک تعلیم و تربیت شروع کرنے والی وہ واحد ہستی ہیں جنہوں نے تعلیم و تربیت کو انسان کا بنیادی حق اور مسلمانوں کا بنیادی فریضہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت کو عام کرنے کی جو پالیسی اختیار کی تھی امت مسلمہ نے اسے ایک ادارے کی صورت میں منظم کیا جبکہ مدارس اس کی اداراتی صورت ہیں۔

تعلیم وتربیت کا آغاز

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے نظام کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کائنات میں اسلام کی دعوت و تعلیم وتربیات کا کام شروع کیا گیا نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ اصحابِ صفہ کے نام سے مشہور و معروف ہے صفہ چبوترے کو کہتے ہیں اور یہ مدرسہ بھی ایک چبوترے کے تحت سایہ قائم تھا اس لیے اسے بھی اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس مدرسہ میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے پہلے استاذ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور پہلے شاگرد اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے ان کا نظام اوقات وقیام وطعام متعین نہیں ہوتا تھا لہذا جب کچھ مل جائے تو کھالیا اور جب وقت ملے تو آرام فرمالیا اور ان کا نظام تعلیم وتربیت یہ تھا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لاتے تو ان صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ یا قرآن کریم کی تعلیم وتربیت فرمادیتے. مولانا محمد ظفیر الدین نوڈیہاوی لکھتے ہیں:

> ”نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے مدینہ شریف میں نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے مسجد قباء تعمیر کی گئ اس کے بعد مسجد نبوی شریف تعمیر کی گئ۔ یہ مسجد کثیر المقاصد استعمال کی جاتی تھی۔ مرکز اسلام کی یہ مسجد رسمی مسجد نہ تھی بلکہ اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ تھی جہاں دین و دنیا کے سارے قوانین ترتیب پاتے تھے۔ لشکر اسلام کو قواعد جنگ بتائے جاتے تھے یہاں سے ہی جہاد میں فوج روانہ جاتی تھی۔ وفود یہاں اترتے تھے اسی میں اسلام کا پہلا دار العلوم تھا۔ اسی میں رسول کریم ﷺ کا دربار لگتا تھا۔ اسی میں مجرموں کو قید بھی کیا جاتا تھا۔“[1]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے گویا ایوان مقننہ، صفہ یونیورسٹی، فوجی چھاونی، جیل خانہ، مسافر خانہ اور ایوان عدل جیسے جملہ کام اسی مسجد سے لیے جاتے تھے اسی مسجد کا ایک حصہ جسے صفہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ حصول تعلیم وتربیت کے لیے مخصوص تھا۔ اس طرح ملت اسلامیہ کا پہلا باقاعدہ مدرسہ / یونیورسٹی ہے جسے ہم صفہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ابتداء میں مساجد کا کردار کثیر المقاصد تھا اس لیے تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ سیاست ،معیشت، عسکریت اور جملہ امور اس سے وابستہ تھے۔ اسی اہمیت کے پیش نظر حضور نبی کریم ﷺ نے ہر محلے میں مسجد بنانے کا حکم دیا جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

---

[1] نوڈیہاوی، ظفیر الدین، مولانا، اسلام کا نظامِ مساجد، مکتبہ ادب اسلامی، لاہور، 1987ء، ص 23

«عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِبُنْيَانِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّورِ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ »[2]

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے مسجدیں بنانے کا اور پاک صاف رکھنے کا حکم دیا"۔

ابتداء میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے علیحدہ عمارتوں کا دستور نہ تھا مساجد کے صحن اور علماء کے ذاتی مکانات ہی درسگاہیں تھیں اگر درسگاہ کے مقصد سے عمارتیں بنائی جاتیں تو وہ بھی مسجد ہی کی شکل ہوتی ان مساجد میں تفسیر و حدیث، لغت اور نحو کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ پھر کچھ ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ مستقل درسگاہیں وجود میں آگیئں۔ لیکن مسجدیں اپنا کردار ادا کرتی رہیں۔ مسجدوں میں عام طور پر قرآن و حدیث اور فلسفہ سے متعلق تدریس ہوتی۔ لیکن علمی ترقی کے پیش نظر عصری تعلیم و تربیت کو بھی ساتھ ملانا ضروری تھا۔ اس لیے اس ضرورت کے پیش نظر علیحدہ مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے باوجود مدرسہ اور مسجد ایک دوسرے سے دامن نہ چھڑا سکے۔ مولانا محمد طیب لکھتے ہیں:

برصغیر میں اسلام کی حفاظت اور ملک و ملت کی صیانت میں مدارس نے ایک ناقابل فراموش کردار ادا کیا ہے۔ مدارس اپنے روز قیام سے ہی اپنے اہداف اور مقاصد میں کامیاب رہے ہیں۔ آج بھی پوری کامیابی کے ساتھ نہ صرف دینی خدمات انجام دے رہے ہیں بلکہ مدارس ہی کا فیضان ہے کہ ہمارا ملک انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوا ہے۔ یہ ایک سچی حقیقت ہے کہ اہل مدارس نے جس قدر اپنے وطن سے محبت کی ہے اور اس کی حفاظت کے لیے اپنی جان و تن کو لٹایا ہے وہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔ 1857ء کی جنگ عظیم میں ناکامی کے بعد وطن عزیز کی حفاظت اور دین اسلام کے تحفظ کے لیے جو اقدامات کیے گئے ان میں سے ایک مدارس دینیہ کا قیام ہے۔ جب 1866ء میں دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی گئ تو اس کے ساتھ ہی ملک کے طول و عرض میں دینی مدارس کا باضابطہ سلسلہ شروع ہوا دینی مدارس کے قیام کا مقصد جہاں اسلامی تشخص کی حفاظت اور دینی شعار کی بقا تھا وہیں ملک و وطن کی آزادی کے لیے ایسے افراد تیار کرنے تھے جو بے لوث اپنے ملک و ملت کی خدمت کرنے والے ہوں اور اپنی صلاحیتوں سے اس گلشن کی آبیاری کرنے والے ہوں۔ اس ملک کے تہذیبی ورثہ، بھائی چارہ اور محبت و مودت کی فضاؤں کو بچانے والے ہوں۔"[3]

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیمی مراکز کا رشتہ صفہء نبوی سے ملتا ہے جہاں پر معلم انسانیت، محسن کائنات، محمد عربی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تعلیم و تربیت دے کر ہیروں کو تراشا تھا اور دنیا کے سامنے امن و محبت کے خوگر اور الفت کے شیدائیوں کو پیش کیا تھا۔ جن کی تمام تر تعلیم و تربیات انسانیت کی خیر خواہی اور بھلائی پر مشتمل ہیں اور جو انسانیت کے غم خوار اور ہمدرد بن کر تشریف لائے ہیں۔ تمام انسانیت کو محبت کی تعلیم و تربیات عطا فرمائی اور ایثار و ہمدردی کا سبق پڑھایا اور دلوں سے نفرتوں کو نکال کر محبتوں کو پیوست کیا۔ چونکہ دنیا میں موجود تمام مدارس کا رابطہ اسی صفہ نبوی سے ہے، لہذا اس کے اثرات اور برکات بھی مدارس دینیہ میں موجود ہیں۔

مولانا محمد طیب لکھتے ہیں:

---

2 الشيباني، أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل، باب مُسْنَدُ الصِّدِّيقَةِ عَائِشَةَ، مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1403ھ-(26386)، 386/26

3 محمد طیب، مولانا، تاریخ دیوبند، دار الاشاعت کراچی 1976ء، ص 13

"ہندوستان میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اگر دینی مدارس کی بے لوث خدمات اور وطن کے لیے پیار ومحبت دیکھنا ہے تو تحریک آزادی پر نظر ڈالنا ہوگی۔ وطن عزیز کی آزادی کی تاریخ اس وقت تک مکمل نہیں ہوگی جب تک مدارس کے مجاہدوں کے کارناموں کو پڑھانہ جائے اور ان کی قربانیوں کو دیکھانہ جائے اور ملک و وطن کے لیے جذبہ وفا کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ ملک و ملت سے محبت کا سلیقہ ان مدارس والوں نے ہی سکھایا ہے۔ ملک وملت کو امن کا گہوارہ بنانے میں اہل مدارس نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔"[4]

انگریزوں کے خلاف آواز اٹھانے والے اور آزادی کا نعرہ بلند کرنے والے پہلے علماء اور اہل مدارس ہی تھے جو کسی قیمت پر ملت اور وہاں بسنے والوں کو غلامی کے طوق میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اہل مدارس نے تحریکوں، زبان وقلم اور فکر وتڑپ کے ذریعے تحریک آزادی کو آگے بڑھایا۔ آزادی کے بعد پاکستان میں دینی مدارس کی تعداد انتہائی کم جو کہ تقریبا137 تھی جبکہ اس وقت برصغیر میں بارہ تا پندرہ ہزار دینی مدارس تھے اور تمام بڑے مدارس بھارت کے حصے میں آگئے تھے۔ عصری علوم کی ترویج واشاعت کے لیے بہت سے کالج اور یونیورسٹیاں بنائی گئیں جو کہ طلباء سے بھر گئیں۔ حکومتی گرانٹس اور فوائد ان اداروں کو ملنے لگے جو حکومت کے زیر سایہ تھے جبکہ دوسری طرف دینی علوم کی ترویج کے لیے سرکاری سطح پر کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں علوم دینیہ کی حفاظت علماء حق کے ذمہ آئی۔ علماء کرام کی سعی مسلسل اور مخیر حضرات کے تعاون سے ملک بھر میں بے شمار مدارس چلنے لگے۔ ان مدارس کا بنیادی مقصد اشاعت دین، دینی رہنماء، علماء، قراء اور آئمہ مساجد پیدا کرنا ہے۔ اس مقصد کو یہ مدارس بخوبی پورا کر رہے ہیں۔ جس کے طفیل ہم اپنی دینی، علمی اور تہذیبی روایات سے ناطہ برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے تعلیمی مراکز میں صبح وشام یہ تعلیم وتربیت دی جاتی ہے کہ پڑھنے پڑھانے والوں کی زندگیوں میں سیرت نبوی کی جھلک نظر آئے۔ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدارس اسلام کے قلعے ہیں جہاں سے طلباء دینی وعصری علوم حاصل کرنے کے بعد دین اسلام کی ترویج واشاعت کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ آپ ﷺ اللہ عزوجل کے آخری نبی ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دینی پیغام امت تک پہچانے کی ذمہ داری اولیاء اللہ اور علماء کرام پر سب سے زیادہ ہے اور مدارس دینیہ کی ہے۔

عہد رسالت ﷺ اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے عہد رسالتِ مآب ﷺ میں تعلیمی مراکز کی تاریخ وتاسیس کو تلاش کریں تو ان کی کڑی عہد رسالت سے جا کر ملتی ہے۔ عہد رسالت میں صفہ کے نام سے ایک مدرسہ / یونیورسٹی تھی جس میں شائقین علوم ومعارف کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ جن کی کفالت خود نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔

ماضی قریب میں ان تعلیم وتربیت گاہوں نے اس عظیم امانت کی حفاظت اور اس قابل صد فخر وراثت کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے میں جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ ہماری علمی وثقافتی تاریخ کا ایک زریں باب ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف اپنے وپرائے سبھی کرتے ہیں

[4] تاریخ دیوبند، ص13

اور آج کے انتشار پذیر اور مادی فروغ کے دور میں بھی یہ اسلامی مدارس اپنے وسائل و ذرائع کے مطابق مصروفِ عمل ہیں اور ملت اسلامیہ کی اولین و اہم ترین بنیادی ضرورت کی کفالت کر رہے ہیں۔ اور اس سچائی سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کفر و شرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے اور مذہب بیزاری کے اس ماحول میں اسلامی تہذیب و ثقافت اور دینی رسوم و عبادات کے جو روشن آثار نظر آرہے ہیں وہ انھیں دینی درسگاہوں کی خدمات کا ثمرہ ہے۔

نوجوانوں کی پہلی تربیت گاہ

شریں زادہ خدوخیل لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کے حکم سے صحابہ میں سے متعدد اشخاص کتابت وحی کے عمل پر مامور تھے۔ کاتبین وحی کی تعداد چالیس سے متجاوز تھی۔ عقبہ ثانیہ کی بیت کے بعد اور ہجرت سے قبل حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ بھیجا گیا کہ وہ ایمان لانے والوں کو علم دین سکھائیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ غزوہ بدر کے بعض قیدیوں کو حضور ﷺ نے اس شرط پر رہا کیا کہ وہ مسلمانوں کے دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔ اس طرح ہجرت کے بعد حضور ﷺ کی تعلیم و تربیت کا طریقہ یہ تھا کہ مسجد نبوی عبادت کرنے کے علاوہ علم حاصل کرنے کا اہم ترین مرکز تھا۔"[5]

چنانچہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آہستہ آہستہ ہر شہر میں مسجدیں، درسگاہیں اور دانش گاہیں بن گئیں۔ نیز کچھ صحابہ کرام کے مکان اور اہل علم کے مسکن کی شکل میں مدینہ اور اطراف و اکناف میں خاصی تعداد میں مدارس و جامعات کا جال بچھ گیا، علاوہ ازیں مختلف علاقوں اور قبائل کی تعلیم و تربیت کے لیے اہل علم حضرات کو بھیجا جاتا تھا۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کوفہ کے تعلیمی و تربیتی مراکز کے بارے میں شریں زادہ خدوخیل لکھتے ہیں:

"نوجوانوں کی تعلیم و تربیت و تربیت کے لئے مدینہ کے بعد سب سے بڑا علمی مرکز کوفہ میں قائم ہوا۔ حضرت علی، اور فقہاء صحابہ کرام کی موجودگی سے کوفہ اہم ترین علمی مراکز میں شمار ہونے لگا۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے عربی لغت اور عربی زبان کے قواعد کی معرفت کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کیونکہ عرب عام طور پر اپنی مادری زبان میں غلطیاں کرنے لگے۔ اس لیے قرآن مجید میں اعراب لگائے گئے اور معانی، بیان، صرف و نحو جیسے علوم کو فروغ حاصل ہوا۔"[6]

بلآخر صحابہ کرام کی سکونت کے ساتھ ساتھ کوفہ میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے علم کے بڑے بڑے مرکز قائم ہوئے اور پھر وہاں قرآن اور دیگر مضامین کے نغمے سامعہ نواز ہونے لگے۔ اور کوفہ، دمشق، فسطاط وغیرہ میں علم کے اہم ترین مرکز تیار ہوگئے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ثبوت اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ عہد رسالت میں کافی زوروں پر تھا کیونکہ سب سے پہلی وحی حضور ﷺ پر نازل ہوئی اس میں علم سیکھنے پر زور دیا گیا۔

---

[5] خدوخیل، شریں زادہ، عہدِ رسالت کا نظام تعلیم اور عصرِ حاضر، الفیصل اکیڈمی لاہور، 2010ء، ص246

[6] عہدِ رسالت کا نظام تعلیم اور عصرِ حاضر، ص246

عہدِ خلفائے راشدین اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت

اسلامی نقطہ نظر سے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت محض حصول معلومات کا نام نہیں، بلکہ عملی تربیت بھی اس کا جزو لاینفک ہے۔ اسلام ایسا نظام تعلیم و تربیت قائم کرنا چاہتا ہے جو نہ صرف طالب علم کو دین اور دنیا کے بارے میں صحیح علم دے بلکہ اس صحیح علم کے مطابق اس کی شخصیت کی تعمیر بھی کرے۔ یہ بات اس وقت اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے جب ہم اسلامی نظام تعلیم و تربیت کے اہداف و مقاصد پر غور کرتے ہیں۔ اسلامی نظام تعلیم و تربیت کا بنیادی ہدف ہی یہ ہے کہ وہ ایک ایسا مسلمان تیار کرنا چاہتا ہے، جو اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہو، زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارے اور آخرت میں حصول رضائے الٰہی اس کا پہلا اور آخری مقصد ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ دنیا میں ایک فعال، متحرک اور باعزم زندگی گزارے۔ ایسی شخصیت کی تعمیر اسی وقت ممکن ہے جب تعلیم و تربیت کے مفہوم میں حصول علم ہی نہیں، بلکہ کردار سازی پر مبنی تربیت اور تخلیقی تحقیق بھی شامل ہو اور ایسا ہی نظامِ تعلیم و تربیت صحابہ کے دور میں پیش کیا گیا اور حلقہ درسِ حدیث کی صورت میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مراکز کا قیام عمل میں آیا۔

عہد صدیقِ اکبر اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت

آپ کا اسلامی اسم گرامی عبد اللہ کنیت ابو بکر اور لقب صدیق اور عتیق ہیں۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے، والدہ کا نام سلمیٰ اور اور کنیت ام الخیر ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ قریش کی شاخ بنو تمیم سے ہے۔ عہد جاہلیت میں آپ کا نام عبد الکعبہ تھا جو حضور نے بدل کر عبد اللہ رکھ دیا تھا۔ "آپ کے نام عبد الکعبہ " کی وجہ تسمیہ کچھ یوں بیان کی جاتی ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کے والدین کے لڑکے زندہ نہیں رہتے تھے، اس لیے انہوں نے نذر مانی کہ اگر ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور زندہ رہا تو وہ اس کا نام "عبد الکعبہ " رکھیں گے اور اسے خانہ کعبہ کی خدمت کے لیے وقف کر دیں گے۔ چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے تو انہوں نے نذر کے مطابق آپ کا نام "عبد الکعبہ " رکھا اور جوان ہونے پر آپ عتیق (آزاد کردہ غلام) کے نام سے موسوم کیے جانے لگے کیونکہ آپ نے موت سے رہائی پائی تھی۔[7]

تعارف

ابو بکر صدیق عبد اللہ بن ابو قحافہ تیمی قریشیرضی اللہ عنہ (پیدائش: 573ء—وفات: 22 اگست 634ء) پہلے خلیفہ راشد، عشرہ مبشرہ میں شامل، پیغمبر اسلام کے وزیر، صحابی و خسر اور ہجرت مدینہ کے وقت رفیق سفر تھے۔ اہل سنت و الجماعت کے یہاں ابو بکر صدیق انبیاء اور رسولوں کے بعد انسانوں میں سب سے بہتر، صحابہ میں ایمان و زہد کے لحاظ سے سب سے برتر اور ام المومنین عائشہ بنت ابی بکرρ کے بعد پیغمبر اسلام کے محبوب تر تھے۔ عموماً ان کی کنیت "ابو بکر" کے ساتھ صدیق کا لقب لگایا جاتا جسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق و تائید کی بنا پر پیغمبر اسلام نے دیا تھا۔

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت

حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اور اسلام کی اساسیت کو محفوظ رکھنا اور ان کی اشاعت و ترویج وہ اہم فریضہ تھا جس کی ذمہ داری خلفاء پر عائد ہوئی۔ مفتی جلال الدین امجدی اعظمی لکھتے ہیں:

---

7 طالب ہاشمی، سیرۃ خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق، ص 37

"حضرت ابو بکر صدیقرضی اللہ عنہ کا دور خلافت نسبتاً مختصر یعنی دو سال تین ماہ اور دس دن پر محیط تھا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت زیادہ تر مرتدین کی شورشوں کے قلع قمع میں گزرا مگر پھر بھی آپ کے زمانے میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اور تحصیل علم اور لکھنے پڑھنے کا بھی کافی حد تک زور تھا۔"[8]

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ رضی اللہ عنہ نظام تعلیم و تربیت کو مکمل طور پر تو نافذ نہ کر سکے مگر اس کے باوجود آپ علم کے فروغ میں کوشاں رہے۔ اگرچہ اس وقت شعبہ تعلیم و تربیت میں جو کچھ کام ہوا وہ ابتدائی نوعیت کا تھا لیکن اس کی بنیاد آپ نے ہی رکھی بعد میں آنے والے ادوار میں اسی نہج پر کام آگے بڑھتا رہا۔

عہدِ فاروقی اور نوجوانون کی تعلیم و تربیت

آپ رضی اللہ عنہ کا لقب فاروق، کنیت ابو حفص، لقب و کنیت دونوں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عطا کردہ ہیں۔ آپ کا نسب نویں پشت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جاملتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نویں پشت میں کعب کے دو بیٹے ہیں مرہ اور عدی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم مرہ کی اولاد میں سے ہیں، جبکہ عمر عدی کی اولاد میں سے ہیں۔

تعارف

حضرتِ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہجری تقویم کے بانی ہیں، ان کے دور خلافت میں عراق، مصر، لیبیا، سرزمین شام، ایران، خراسان، مشرقی اناطولیہ، جنوبی آرمینیا اور سجستان فتح ہو کر مملکت اسلامی میں شامل ہوئے اور اس کا رقبہ بائیس لاکھ اکاون ہزار اور تیس (22,51,030) مربع میل پر پھیل گیا۔[9]

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی کے دور خلافت میں پہلی مرتبہ یروشلم فتح ہوا، اس طرح ساسانی سلطنت کا مکمل رقبہ اور بازنطینی سلطنت کا تقریباً تہائی حصہ اسلامی سلطنت کے زیر نگین آگیا۔ عمر بن خطاب نے جس مہارت، شجاعت اور عسکری صلاحیت سے ساسانی سلطنت کی مکمل شہنشاہیت کو دو سال سے بھی کم عرصہ میں زیر کر لیا، نیز اپنی سلطنت و حدود سلطنت کا انتظام، رعایا کی جملہ ضروریات کی نگہداشت اور دیگر امور سلطنت کو جس خوش اسلوبی اور مہارت و ذمہ داری کے ساتھ نبھایا وہ ان کی عبقریت کی دلیل ہے۔

نوجوانون کی تعلیم و تربیت

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تمام مفتوحہ ممالک میں درس قرآن اور علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے درس گاہیں قائم کی۔ اور ان کے معلمین کی تنخواہوں کا بھی بندوبست کیا گیا۔ خانہ بدوش بدوؤں کے لیے قرآن مجید کی تعلیم و تربیت جبری طور پر لازم کی قرآنی مکاتب میں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت عمر نے عام طور پر تمام اضلاع میں احکام بھیج دیے کہ بچوں کو شہسواری اور کتابت کی تعلیم و تربیت دی جائے ان کے علاوہ ادب اور عربیت کی تعلیم و تربیت بھی لازمی کر دی تا کہ لوگ صحت الفاظ و صحت اعراب کے ساتھ قرآن مجید پڑھ سکیں۔

---

8 اعظمی، جلال الدین امجد، مفتی، خلفائے راشدین، مکتبۃ المدینہ کراچی، 2019ء، ص 291

9 ابن حجر عسقلانی، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ذکر من اسمہ عمر، عمر بن الخطاب بن نفیل، 4/485

علامہ عبد الرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"فتح شام کے بعد نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے علوم دینیہ کی تعلیم وتربیت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ معلم قرآن کی حیثیت سے حمص میں قیام پزیر ہوئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فلسطین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں سکونت اختیار کی۔ انھوں نے علوم دینیہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مدارس قائم کیے نیتجتاً لوگ امڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ان مدارس میں آتے تھے۔۔"[10]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اس زمانے میں کتاب وسنت کے علاوہ علوم فقہ کی بھی اشاعت ہوتی اور تعلیم وتربیت کی خصوصیت یہ تھیں قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ دوسری تعلیم وتربیت نہیں دی جاتی تھی۔ تعلیم وتربیت کتابی نہ تھی۔ تعلیم وتربیت پر تنخواہ وغیرہ لینے پر ممانعت تھی۔ تحصیل علم کے لیے دنیاوی اغراض کا شامل کرنا جائز نہیں تھا۔ تعلیم وتربیت کے لیے سفر لازمی تھا۔ مسجدیں اور علماء کے مکان بھی بطور درس گاہ استعمال ہوتے تھے, آپ نے بچوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی نیز مدینہ میں جو چھوٹے بچوں کے مدارس تھے ان کے معلمین کا وظیفہ اس وقت پندرہ درہم مقرر فرمایا۔

عہد عثمانِ غنی اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

حضرتِ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت بارہ سال کے عرصہ پر محیط ہے، جس میں آخری کے چھ سالوں میں کچھ ناخوشگوار حادثات پیش آئے، جو بالآخر ان کی شہادت پر منتج ہوئے۔ سنہ 35ھ، 18 ذی الحجہ، بروز جمعہ بیاسی سال کی عمر میں انھیں ان کے گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کے دوران میں شہید کر دیا گیا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

تعارف

حضرتِ سیدنا عثمان غنیرضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت ہی سے انتہائی شریف الطبع، ذہین اور صائب الرائے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل کبھی کسی بت کو سجدہ کیا اور نہ شراب پی۔ نیز علوم عرب مثلاً انساب، امثال اور جنگوں کے بڑے عالم تھے، شام اور حبشہ کا سفر کیا تو وہاں غیر عرب قوموں کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے ان اقوام کے حالات، طور طریقے اور رسم ورواج سے انھیں واقفیت حاصل ہوئی، یہ خصوصیت ان کی قوم میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھی۔ عثمان غنی کا پیشہ تجارت تھا جو ان کے والد سے انھیں وراثت میں ملی تھی، اس پیشہ سے انھوں نے خوب دولت حاصل کی اور بنو امیہ کی اہم شخصیات میں شمار ہونے لگے۔ عثمان غنی انتہائی سخی اور کریم النفس تھے، زمانہ جاہلیت میں ان کی کنیت ابو عمرو تھی، لیکن جب رقیہ بنت محمد سے ان کے گھر میں عبد اللہ کی ولادت ہوئی تو مسلمان ان کو ابو عبد اللہ کی کنیت سے پکارنے لگے۔[11]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

---

10 ابن جوزی، عبد الرحمن، (مترجم: مفتی محمد علیم الدین نقشبندی) النبی الطہر سیرتِ خیر البشر، مکتبہ مجددیہ سلطانیہ، ملک پلازہ جہلم، 1989ء ص 78

11 علامہ ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، 3/74

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے حضرتِ سیدنا عثمانِ غنیرضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آیا، خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی مدت گیارہ سال اور اٹھارہ دن ہے آپ نے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے علمی مراکز قائم کیے جہاں قرآن پاک کی کتابت و قرات کے اختلاف کو دور کیا بلاد اسلامیہ میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مدارس دینیہ قائم کیے۔[12]

عہدِ علی المرتضیٰ اور نوجوانوں کی تعلیم و تربیت

حضرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابو طالب اور فاطمہ بنت اسد کے ہاں پیدا ہوئے۔ روایات کے مطابق علی، مقدس ترین اسلامی شہر مکہ میں کعبہ کے اندر جائے حرمت میں پیدا ہوئے تھے۔ علیرضی اللہ عنہ بچوں میں پہلے اسلام قبول کرنے والے تھے، اور کچھ مصنفین کے مطابق پہلے مسلم تھے۔ ابتدائی دور میں حضرت علی نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حفاظت کی اور ابتدائی مسلم برادری کی جانب سے لڑی گئی تقریباً تمام جنگوں میں حصہ لیا۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد انہوں نے پیغمبر اسلام کی بیٹی فاطمہ زہرا سے شادی کی۔ خلیفہ عثمان بن عفان کے قتل کے بعد سنہ 656ء میں صحابہ نے انہیں خلیفہ منتخب کیا تھا۔ حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں خانہ جنگیاں دیکھیں اور سنہ 661ء میں جب وہ جامع مسجد کوفہ میں نماز پڑھ رہے تھے عبد الرحمن بن ملجم نامی ایک خارجی نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ دو دن بعد شہید ہو گئے۔

تعارف

ابو الحسن علی بن ابی طالب ہاشمی قُرشی (15 ستمبر 601ء– 29 جنوری 661ء) پیغمبر اسلام محمد ﷺ کے چچازاد اور داماد تھے۔ عثمان بن عفان کے بعد چوتھے خلیفہ راشد کے طور پر سنہ 656ء سے 661ء تک حکمرانی کی، لیکن انہیں شیعہ مسلمانوں کے ہاں خلیفہ بلا فصل، پہلا امام اور وصی رسول اللہ سمجھا جاتا ہے۔[13]

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اداروں کے آغاز کا تصور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی ملتا ہے کہ اس دور میں تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں آیا اس بارے میں مولانا معین الدین ندوی لکھتے ہیں:

> "آپ کی خلافت کی مدت چار سال چند ماہ ہے حضرت علیرضی اللہ عنہ کا دور خلافت جب شروع ہوا تو متبعین اسلام کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ حضرت علیرضی اللہ عنہ جنہیں لسان نبوت سے باب العلم کا لقب ملا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اداروں کے قیام کا تصور پیش کیا۔"[14]

---

12 معین الدین، ندوی، مولانا، خلفائے راشدین، ناشران قرآن لمیٹڈ، اردو بازار لاہور، 1993ء، ص 191

13 ابن خلکان، وفیات الأعیان، 4/55

14 ابن خلکان، وفیات الأعیان، 4/55

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے آپ نے علم کے فروغ میں حصہ لیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مروجہ پالیسی کو جاری رکھا بلکہ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے نصاب سازی کی اور اس میں مفید اضافے بھی کیے مثلاً علم نحو کی بنیاد آپ نے رکھی حضرت علیر ضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد ابو الاسود دولی کو چند اصولی قاعدے تعلیم وتربیت کر کے علم نحو کی تفاصیل مرتب کرنے پر مقرر فرمایا۔

عہد اموی میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

خلافت راشدہ کے بعد اموی حکومت قائم ہوئی اس کی مدت خلافت 40ھ سے 132ھ ہے اس زمانے میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے تفسیر، ادب، نحو وصرف کے علاوہ دیگر علوم وفنون کو کافی حد تک فروغ حاصل ہوا بڑے بڑے اساطین علم پیدا ہوئے جنہوں نے قوم وملت کی علمی تشنگی بجھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ عہد اموی میں بیشتر مقامات پر مدارس قائم کیے گئے۔ حسن ابراہیم احسن تاریخِ فاطمیین میں لکھتے ہیں:

> ”نوجوان ابو مسلم خراسانی نے عیسیٰ بن معقل کے ہاں پرورش پائی تھی اور جب بڑے ہوئے تو حصول تعلیم وتربیت کے لیے ایک مدرسہ میں جاتے تھے۔ اسی طرح اعلیٰ تعلیم وتربیت کے حصول کے لیے بڑی بڑی مساجد، مدارس اور جامعات کا کام دیتی تھیں۔
> مکہ معظمہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور وہ قرآن وحدیث، فقہ، فرائض اور عربی زبان بھی سکھاتے تھے۔۔“[15]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدینہ میں ربیعۃ الرائی کا حلقہ درس مشہور تھا۔ امام مالک اور امام اوزاعی جیسے اس حلقہ درس کے تعلیم و تربیت یافتہ تھے۔ ادھر کوفہ میں عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ امام شعبی، اور بصرہ میں امام حسن بصری کا درس بہت مشہور تھا۔ اس کے باوجود اموی شہزادوں کو عربیت کی صحیح تعلیم وتربیت کے لیے بادیۃ الشام میں بھیجا جاتا تھا۔ پتہ چلا کہ اس زمانے میں تحصیل علم سے لوگوں کو کافی حد تک شوق وشغف تھا اور اموی امراء بھی اپنے اصحاب علم وفضل کی کافی قدر کرتے تھے. عہد اموی میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدارس میں جو طریقہ تعلیم وتربیت رائج تھا مدارس میں وہ درج ذیل ہے۔

- 1علوم وفنون کی اشاعت وترویج کے لیے تالیف وتصنیف اور ترجمہ کا سلسلہ قائم ہوا۔
- 2اساتذہ اور طلبہ کے وظائف مقرر ہوئے۔ مساجد کے ساتھ باضابطہ مدارس بنائے گئے۔
- 3بعض اسلامی ملکوں میں اہل علم کو تعلیم وتربیتی کام جاری وساری رکھنے کے لیے جہاد سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔
- 4زبانی تعلیم وتربیت کے علاوہ املاء کا طریقہ بھی رائج تھا۔ یعنی استاد جو کچھ بتاتا تاشاگرد اسے لکھ لیتا تھا۔
- 5کتابوں کی قرات وسند کی اجازت کا رواج بھی اسی عہد میں ہوا۔[16]

---

[15] حسن ابراہیم حسن، (مترجم: زاہد علی)، تاریخ فاطمیین، قاہرہ مصر، ص329

[16] حسن ابراہیم حسن، (مترجم: زاہد علی)، تاریخ فاطمیین، قاہرہ مصر، ص329

عہد عباسی میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے عہد عباسی میں جس قدر علوم وفنون کو فروغ حاصل ہوا وہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہے۔اس عہد کو عہد زریں سے تعبیر کیاجاتاہے۔نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے بیت الحکمت،اور مدارس کا قیام اس عہد کی اہم ترین خدمت ہے جس کا سہرا ہارون الرشید کے سر جاتاہے جس میں مختلف زبانوں کے تراجم اور مختلف علوم وفنون کو سکھانے کے لیے مترجم اور اساتذہ مقرر کیے گئے تھے۔جنہوں نے اپنی کوششوں سے علوم دینیہ کے علاوہ دیگر اہم ترین موضوعات پر کام کیا۔

پروفیسر سکارٹ لکھتے ہیں:

"مامون الرشید اور مابعد کے خلفاء کے دور میں بغداد ساری دنیائے اسلام کے طلباء کا کعبہ تعلیم وتربیت اور علماء وفضلاء کا قبلہ حاجت تسلیم کیاگیا۔نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مرکزی شہروں کے علاوہ بعض دور دراز مشرقی مقامات میں بھی درس وتدریس کا چرچا تھا۔"[17]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے چنانچہ ابن حوقل 367م نے سجستان بہت سارے مدارس دیکھے جن میں ابتدائی تعلیم وتربیت سے لیکر اعلیٰ تعلیم وتربیت تک نظم وضبط تھا۔

مصروشام اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

مقدسی کا بیان ہے کہ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے چوتھی صدی ہجری میں فلسطین،شام،مصر اور ایران میں ایسے بے شمار مدارس سے گزرا۔اصبھان،نیشاپور،سمرقند اور بخارا میں مشہور دانشگاہوں کے نام سے جانی جاتی تھی جن میں ان گنت فقہاء،محدثین،صوفیاء،ادباء اور دیگر علوم وفنون کے شہسوار بن کر نکلے۔

بخاروسمرقند اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدینہ منورہ کے علاوہ کوفہ،اور فسطاط مشہور علمی مراکز تھے۔نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درسگاہ،اور مدینہ میں امام مالک کی درس گاہ بہت مشہور تھی۔درس گاہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں ہرات افغانستان سے لے کر دمشق اور شام تک طلبہ شریک ہوتے تھے اس سے آپ کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ میں طلبہ بخارا سے سمرقند تک ادھر تونس،قیروان،قرطبہ تک طلبہ آپ کے علم وفضل سے فیض یاب ہونے کے لیے مدینہ منورہ آیا کرتے تھی۔کاش کہ آج بھی نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ویسے ہی مخلصین کی جماعت ہوتی ویسے مدارس ہوتے تو یقینا امت کو اس کا بے حد فائدہ ہوتا۔

الازہر اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

مصر میں جامع عمرو بن عاص صحابہ،تابعین،وتبع تابعین کے زمانے سے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے علوم دینیہ کا مرکز تھی۔عہد طولونی میں مسجد احمد بن طولون علوم دینیہ کا دوسرا بڑا مرکز تھی لیکن اس کو حقیقی سرپرستی امام شافعی اور ان کے تلامذہ مثلا البیوطی،المزنی،اور الربیع الشافعی کے ساتھ ساتھ ابو جعفر الطحاوی اور ابن ہشام کی حاصل تھی۔(359/970ھ) میں فاطمی جرنیل جوہر الکاتب الصقلی نے نوجوانوں

---

[17] س،پ سکاٹ،ہسٹری آف مدرش ان یورپ،1997ء،ص656

کی تعلیم وتربیت کے لئے جامع ازھر کی بنیادرکھی۔اور فاطمیوں نے اسے مزید وسعت دی اس وقت درس گاہ میں شیعی علوم کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی اور یہاں سے فاطمی دعاۃ دنیائے اسلام میں بھیجے جاتے تھے۔جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کیا تو جامعہ ازھر کو اہل سنت والجماعت کے علوم ومعارف کی تدریس کانوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مرکز قرار دیا۔

فقہاء کادور اورنوجوانواں کی تعلیم وتربیت

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے عہد طولونی میں مسجد احمد بن طولون علوم دینیہ کا دوسرابڑا مرکز تھی لیکن اس کو حقیقی سرپرستی امام شافعی اوران کے تلامذہ مثلاً البیوطی،المزنی،اور الربیع الشافعی کے ساتھ ساتھ ابو جعفر الطحاوی اور ابن ہشام کی حاصل تھی۔(359/970ھ)میں فاطمی جرنیل جوہر الکاتب الصقلی نے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے جامع ازھر کی بنیادرکھی۔اور فاطمیوں نے اسے مزید وسعت دی اس وقت درس گاہ میں شیعی علوم کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھ احمد بن اسحاق کے مدرسے کے بارے محمد ابو بکر جمالی لکھتے ہیں:

”چوتھی صدی کے اواخر میں مدارس کے لیے مستقل عمارت کی بناء پڑی طبقات الشافعیہ میں لکھاہے کہ دنیائے اسلام میں مدرسہ کے لیے پہلی عمارت نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے نیشاپور میں بنائی گئی۔ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے متھرا کی فتح سے واپس جاکر 410ھ ایک عالیشان مدرسہ بنوایا تھا جس میں کتب خانوں سے کتابوں کی نقل کرواکر نہایت اہتمام سے سنوارا گیا تھا۔سلطان کے بھائی امیر قیصر نے اپنی عمارت میں ایک مدرسہ نیشاپور میں قائم کیا۔اس کو پھر امام ابو اسحاق کو سونپ دیا گیا۔“[18]

ابو اسحاق شیرازی، امام غزالی، ابو عبد اللہ، طبری، خطیب شیرازی، اور بہاؤالدین بن شداد کے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدارسِ دینیہ کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی اہم بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں:

”بلخ، ہرات، اور نیشاپور کے مدارس نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے علمی حیثیت سے خاصے ممتاز تھے۔خوارزم کا بڑا مدرسہ فلسفہ کے امام فخر الدین رازی 606ھ کی ذات سے منسوب تھا۔اسی طرح آل سلجوق میں ارسلان اور ملک شاہ نامور اور باعزت حکمران ہوئے انھوں نے عملداری میں مدارس اور مکاتب قائم کیے تھے اور اپنی جاگیر میں سے دسواں حصہ مدارس کے لیے وقف کردیا تھا اس کا عظیم الشان کارنامہ مدرسہ نظامیہ کی تعمیر تھا 457ھ میں اس کی تعمیر شروع ہوئی اور 459ھ اس کا افتتاح عمل میں آیا۔ مدرسہ نظامیہ تین سو سال تک جاری رہا، فارسی کے مشہور ادیب شیخ سعدی شیرازی اس کے آخری زمانے کے طالب علم تھے۔ابو اسحاق شیرازی، امام غزالی، ابو عبد اللہ، طبری، خطیب شیرازی، اور بہاؤالدین بن شداد جیسے اصحاب علم اس مدرسہ کے صدر مدرسین کے عہدے پر فائزرہ چکے ہیں۔مدرسہ بغداد کے بعد دوسرا اہم ترین مرکز مدرسہ مستنصریہ تھا جس کی تاسیس 625ھ خلیفہ مستنصر باللہ نے کی تھی۔“[19]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے چھٹی صدی ہجری میں نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ نے حلب، حماۃ، حمص، اور بعلبک میں بڑے بڑے مدرسے قائم کیے۔اگر یہ کہاجائے تو بیجانہ ہو گا کہ نور الدین کی عظمت اور فخر کیلیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے دمشق میں دار الحدیث تعمیر کرایا جو اسلامی دنیا میں پہلا دار الحدیث تھا۔اس زمانہ میں مدرسہ عادلیہ تھا جو دمشق کے مدرسہ شافعیہ میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا۔اس کے مدرسین بھی

---

18 جمالی، محمد ابو بکر، اسلام میں علم کی اہمیت وافادیت اور عصرِ حاضر میں اس کی ضرورت، مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی میٹھادر کراچی، 2016ء، ص 216

19 شبلی، نعمانی، مولانا، مقالاتِ شبلی نعمانی، دار المصنفین اعظم گڑھ یوپی، 1999ء 3/161

بڑے پائے کے عالم تھے مثلاابن خلکان، جلال الدین قزوینی،اور ابن مالک النحوی تھے۔ابن خلکان نے اپنی مشہور تاریخ وفیات اسی مدرسہ میں لکھی۔اسی طرح اندلس سسلی میں بہت سارے مدارس تھے جہاں تفسیر وحدیث اور لغت اور نحو کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔
نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے قرطبہ،غرناطہ اور اشبیلیہ کی جامع مسجدیں بڑی درسگاہیں تھیں۔جامعہ قرطبہ میں فقہ کے علاوہ فلکیات ،ریاضی،اور طب کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔طلباءہزاروں کی تعداد میں تھے وہ یہاں سے فراغت پاکر حکومت میں بڑے عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔نیز جامعہ قرطبہ میں فقہ اور فلسفہ کے علاوہ طب اور کیمیا کی تعلیم وتربیت بھی دی جاتی تھی۔مشہور شاعر لسان الدین الخطیب اس درس گاہ کا مہتمم تھاان درس گاہوں پر عموما یہ کندہ ہوتا تھا کہ دنیا کی عمارت چار ستونوں پر قائم ہے۔عقلمندوں کا علم،بڑے آدمیوں کا عدل و انصاف،صلحاء کی دعااور بہادروں کی شجاعت۔
مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے 580ھ میں صقلیہ کا دورہ کیا تھااس کا بیان ہے کی اٹلی میں اکثر مساجد میں تعلیم وتربیت قرآن کے مدارس تھے اس سرزمین سے بڑے بڑے محدث،فقہاء،صوفیہ اور ارباب ادب پیدا ہوئے صقلیہ کے اسلامی علوم وفنون کے اثر سے اٹلی میں تعلیم وتربیت کے متعدد مدارس ہو گئے ان میں اٹلی کے مدرسہ طیبہ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔اس کی داغ بیل مسلمانوں نے ڈالی تھی یہ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے یورپ میں سب سے پہلا طبی مدرسہ تھا۔جسے مسلمانوں نے اٹلی میں قائم کیااور اس کے ذریعہ یورپ علم طب سے آشنا ہوا مدرسہ کے نصاب کی بیشتر کتب عربی زبان میں تھی۔یعنی اٹلی کے مدارس و جامعات اور عربی کتب کے ذریعہ سے یورپ میں نشاۃ ثانیہ اور آزاد خیالی کی بنیاد پڑی۔“[20]

شبلی نے اپنے سفر نامے میں لکھاہے کہ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدارس رشدیہ کی تعداد 168 تھی مگر جب سلطان عبد الحمید ثانی تخت پر متمکن ہوا تو مدارس رشدیہ کی تعداد 405 ہوگئی۔شبلی کے بیان کے مطابق قسطنطنیہ میں ہر طرح کے مدارس تھے جن میں اہم ترین مکتب حربیہ،فوجی مدرسہ تھا،مکتب سلطانی،اعلیٰ تعلیم وتربیت کی درس گاہ تھی جس میں تمام علوم وفنون فرانسیسی زبان میں پڑھائے جاتے تھے ۔نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ان کو علوم دینیہ کے علاوہ حساب،جبر ومقابلہ،جغرافیہ، ہندسہ، کیمسٹری، طبعیات اور الکسٹری کی تعلیم وتربیت بھی دی جاتی تھی۔مکتب ملکیہ،یہ سول سروس کالج تھا۔مکتب الحقوق میں قانون کی اور اس کی تاریخ کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔مکتب ہندسہ انجیرنگ اور مکتبہ طیبہ میڈیکل کالج تھا۔[21]

مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ مسلمانوں میں پڑھنے پڑھانے مدارس وجامعات قائم کرنے کا کس قدر شوق تھا۔یعنی یہ ہماری تابناک تاریخ ہے مگر آج ہم نے روشن ماضی کو پس پشت ڈال دیااور تعلیم وتربیت کے میدان میں دنیا کی تمام اقوام سے پیچھے ہیں اس لیے ضرورت ہے کہ ایک بار پھر روشن ماضی سے سبق حاصل کریں تاکہ مسلمانوں میں گرتے تعلیم وتربیتی معیار کو دوبارہ زندہ کیاجائے۔یہی وجہ تھی کہ انہوں نے زیور تعلیم وتربیت سے مزین ہوکر پوری دنیا کے سامنے بڑی آن بان اور شان کے ساتھ زندگی گزاری، مگر افسوس اس بات کا ہے جو قومیں علم نام کی کسی شئے سے واقف نہیں تھیں آج وہ دنیا کے ہر میدان میں مسلمانوں سے

---

20 شبلی، نعمانی، مولانا، مقالاتِ شبلی نعمانی، دار المصنفین اعظم گڑھ یوپی،1999ء3/161

21 شبلی، نعمانی، مولانا، مقالاتِ شبلی نعمانی، دار المصنفین اعظم گڑھ یوپی،1999ء3/161

سبقت لے جا رہی ہیں جب کہ پوری دنیائے انسانیت کو علوم وفنون متعارف کرانے میں مسلمانوں کا کافی کردار رہا ہے آج وہ سب سے پیچھے ہیں۔

برصغیر پاک وہند اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کا فاتحانہ داخلہ پہلی صدی ہجری یعنی ساتویں صدی عیسوی (93ہجری) میں ہوا محمد بن قاسم نے جس وقت سندھ پر حملہ کیا اس وقت مسلمان سندھ پہنچ چکے تھے ان فتوحات کے بعد نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مزید ترقی ہوئی علمی مراکز قائم ہوئے حجاز اور عراق سے علماء برصغیر میں آنا شروع ہو گئے۔

ڈاکٹر بختیار صدیقی لکھتے ہیں:

”برصغیر میں اسلامی حکومت کی بنیاد تو سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی مجاہدانہ مساعی کی مرہون منت ہے، لیکن ایک علمی فاتح البیرونی اس سے قبل یہاں آچکا تھا جس نے اس ملک کے علوم کو اپنی زبان میں منتقل کیا۔ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے محمود غزنوی کے جانشین شہاب الدین مسعود کے عہد میں بہ کثرت مساجد کی بنیاد پڑی ساتھ مدارس کا بھی انتظام کیا گیا ۔شہاب الدین کی فتوحات کے بعد اجمیر میں متعدد مدارس قائم کیے گئے اور غالباوہی اس ملک کی قدیم درس گاہیں ہیں۔۔“[22]

نائب السلطنت قطب الدین ایبک نے بھی نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ترویجِ علم کی طرف توجہ دی اور ملک کے مختلف حصوں میں مساجد ومدارس تعمیر کروائے اس عہد کے مشائخ عظام مشائخ طریقت ہی نہ تھے بلکہ وہ مدرس شریعت بھی تھے، بڑے بڑے علماء کے گھر اور مکان بھی نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے دار العلوم کی حیثیت رکھتے تھے۔

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے برصغیر کے اداروں کی نوعیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ برصغیر کے تعلیمی اداروں کی علمی لحاظ سے فارسی زبان کو ترجیح دیتے تھے اور علم وحکمت کے پیاسے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے برصغیر کی علمی زبان فارسی تھی اور اسی میں درس وتدریس ہوتی تھی، صرف قرآن وحدیث کی تعلیم وتربیت عربی میں دی جاتی تھی، ابتدائی جماعتوں میں قرآن پاک کے علاوہ لکھنا پڑھنا، حساب وکتاب اور خوش نویسی کی بنیادی تعلیم وتربیت بھی دی جاتی تھی، درمیانی تعلیم وتربیت کے لیے نوجوان طلباء قصبات اور شہروں کے فارسی مدارس میں داخل ہوتے تھے، جس کے بعد فارسی پڑھ کر سرکاری ملازمت سے منسلک ہو جاتے تھے اور اعلیٰ تعلیم وتربیت کا شوق رکھنے والے نوجوان طلباء بڑے شہروں اور بڑے مدارس میں اخلاقیات، ریاضیات، زراعت، طب، الٰہیات اور تاریخ کی تعلیم وتربیت حاصل کرتے تھے.

انگریز دور اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت

مسلمانوں کا واحد سہارا اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی بھیجی ہوئی تعلیم وتربیات تھیں چنانچہ مسلمانوں نے اسی ذات لازوال پر بھروسہ کر کے اس کے دین حق کی حفاظت کی اور مسلمانوں میں اس کی تبلیغ واشاعت کے لیے نئے سرے سے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے دینی مدارس کے قیام کا آغاز کیا۔

---

[22] صدیقی، بختیار، ڈاکٹر، برصغیر میں مدارس کا نظام تعلیم، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1980ء، ص69

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے علمائے اسلام اور دینی علوم کے اساتذہ نے توکل علی اللہ کر کے درختوں اور دیواروں کے سایہ تلے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیم وتربیات کو جاری رکھا، ان پیکر ان علم وعرفان اور زہد وتقویٰ کے حلقہ تلامذہ میں صرف ونحو، قرآن وحدیث ، فقہ اور کلام کا سلسلہ شروع ہوا، آگے چل کر یہ حلقہ ہائے تعلیم وتربیت دینی مدارس کی شکل اختیار کرنے لگے۔ دینی مدارس کے لیے نئے دور کی بنیاد علماء کے علم وزہد، مخیر حضرات کے عطیات، دین دار مسلمان زمین داروں اور تاجروں کے دیہی وشہری اوقاف پر رکھی گئی اور یہ دینی مدارس حکومت وقت کی امداد اور سرپرستی کے بغیر ہی اسلام کی اشاعت وترویج میں مصروف رہے اور مسلمانوں کا ملی تشخص انہی کی بدولت قائم ودائم رہا۔

نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

"اورنگ زیب عالم گیر کی وفات کے بعد سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہو گیا تھا اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اشاعت تعلیم وتربیت دینیہ کے لیے حکومت کی سرپرستی بھی کم ہو گئی تھی سلاطین دہلی اور سلاطین مغلیہ کے عہد میں قائم ہونے والے دینی مدارس اور ان کے مصارف واخراجات کے لیے قائم کردہ اوقاف اور وظائف کو انگریزوں نے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ختم کر دیا اور ان کی جگہ انگریزی تعلیم وتربیت کو رواج دیا۔ مسلمانوں کے پاس نہ حکومت تھی نہ سلطنت نہ دولت تھی نہ ہی ذرائع دولت مزید یہ کہ انگریز حکمران مسلم دشمنی میں بھی سرفہرست تھے۔"[23]

پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

"مغلیہ سلطنت کے خاتمہ کے تعلیم وتربیت کی سرپرستی ختم ہو گئی، لیکن اس کے باوجود شاہ عبد الرحیم ، شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان نے علم کی تدریس وتبلیغ کا کام جاری رکھا، اسی طرح لکھنو میں علمائے فرنگی محل نے بھی تعلیم وتربیت وتدریس کو آگے بڑھایا۔ اس کے بعد 1857ء کے ہنگامے نے جب دہلی کی سیاسی مرکزیت کو ختم کر دیا تو اس کی علمی اور تعلیم وتربیتی مرکزیت بھی ختم ہو گئی، انگریز دہلی کی حکومت پر قابض ہو گئے، وہ مسلمانوں کو ذہنی غلامی میں جکڑنا چاہتے تھے، اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے انہوں نے مختلف جگہوں پر مشنری سکول قائم کیے۔"[24]

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے سکولوں میں جہاں انگریزی زبان کے ساتھ ساتھ عیسائیت کی تعلیم وتربیت اور اپنی تہذیب وتمدن اور افکار وخیالات کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی، انگریزوں کو اپنے مقصد میں کامیابی اس وقت خطرے میں پڑتی ہوئی محسوس ہوئی جب انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسی جماعت بھی ہے جو ان کے دام فریب میں آنے کی بجائے برٹش حکومت اور قائم کیے گئے مشنری سکولوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہی ہے۔ یہ جماعت ان مدارس کے بوریہ نشین علماء کی تھی جن کا احتجاج روز افزوں ترقی کر رہا تھا چناچہ انہوں نے علماء کرام کو نشانہ بنانا شروع کیا، نتیجہ یہ نکلا کہ ان پر طرح طرح کے مظالم اور زیادتیاں کرنی شروع ہو گئیں، ہزاروں علماء کو سولی پر چڑھا دیا گیا بعض کو جیلوں میں بند کر دیا گیا، بعض کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا

23 نعیم صدیقی، تعلیم کا تہذیبی نظریہ، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، مئی 2009ء، ص 425

24 سید، محمد سلیم، پروفیسر، ہندوپاک میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1980ء ص 67

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایسے پر آشوب دور میں خاندان ولی اللہ سے فیض یافتہ تین علماء کرام حضرت مولانا قاسم نانوتوی، حضرت مولانایعقوب نانوتوی اور حضرت مولانارشید احمد گنگوہی نے دوسرے علماء سے مل کر اسلامی تعلیم وتربیت اور دینی تبلیغ کا ایک نیاسلسلہ شروع کیااور مسلمانوں کے دین ومذہب، علوم وفنون، تہذیب وتمدن، اخلاق واعمال اور معاشرت وکلچر کی بقاکے لیے، نیز انگریزوں کی دینی وفکری یورش کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کے لیے مدارس دینیہ کے قیام کی باقاعدہ جدوجہد کی اور متحدہ ہندوستان میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے مدارس کا جال بچھایا۔

نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے ادارے

پاک وہند کی تاریخ کامطالعہ کریں تو علم کی شمع کو روشن کرنے کیلیے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کئی ادارے وجود میں آئے ان میں کئی ادارے تھے ان میں مدارسِ دینیہ بھی شامل ہیں اور یہ تعلیمی وتربیتی ادارے تین طرح کے تھے۔

- امراء کے ادارے۔
- مخیر حضرات کے قائم کردہ ادارے۔
- عوامی ادارے۔

ان تینوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امراء کے تعلیمی وتربیتی ادارے

یہ وہ ادارے تھے جو بادشاہوں اور ان کے وزیروں اور عام مالدار لوگوں نے قائم کیے تھے اور یہ لوگ ان تعلیمی وتربیتی اداروں کے تمام اخراجات کی کفالت کرتے تھے۔ نظام الملک طوسی یہ خود بھی بڑاعالم اور فاضل شخص تھااور علماء کاحد درجہ قدردان تھااپنے اموال ان پر بے دریغ خرچ کرتا تھا۔السبکی کے مطابق نظام الملک نے عراق اور خراسان کے ہر شہر میں تعلیمی وتربیتی اداروں کا قیام عمل میں لایا۔پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں :

"سلجوقی بادشاہ الپ ارسلان نے نیشاپور کا دورہ کیا۔وزیر اعظم نظام الملک بھی ساتھ تھا۔وہاں کے علماء نے جمع ہو کر بے کسی اور ذرائع کے فقدان کی شکایت کی۔ نظام الملک کو موقعہ ملا اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کئی ادارے بنانے کی اجازت چاہی ۔بادشاہ نے نہ صرف اجازت دی بلکہ سرکاری آمدنی کا دس فیصد حصہ بھی اس کیلیئے وقف کیا۔"[25]

فاطمی خلیفہ العزیز باللہ نے جب مدرسہ کھولا تو یہاں پر درس وتدریس اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے کئی ادارے قائم کئے اور تمام سہولتوں کا انتظام کیاجس کی وجہ سے اطراف واکناف کے طلبہ بہت جلد یہاں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ نوجوانوں کے لئے کھانے، پینے، رہائش اور دیگر سہولتوں کا مفت انتظام تھا۔

---

25 سید، محمد سلیم، پروفیسر، ہندوپاک میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم، ص68

مخیر حضرات کے تعلیمی و تربیتی ادارے

تعلیمی و تربیتی اداروں کی ایک قسم وہ تھی جو صاحب استطاعت لوگوں نے قائم کی تھی۔ یہ لوگ نہ صرف ان تعلیمی و تربیتی اداروں میں درس و تدریس کا فریضہ سر انجام دیتے بلکہ اپنی بساط کے مطابق اپنا مال بھی ان طلبہ پر خرچ کرتے تھے۔ امام ابن فورک (406ھ / 1015) شافعیہ کے امام تھے۔ انہوں نے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے نیشاپور میں ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک الجوینی (438ھ / 1046 /) نے اسی سے فراغت حاصل کی تھی۔ امام عبد العزیز احمد الحلوائی البخاری (448ھ) بخاریٰ میں احناف کے بڑے امام تھے۔ انہوں نے ایک ادارہ قائم کیا تھا حلوہ بیچ کر اس کی کمائی طلبہ پر خرچ کرتے تھے۔ اس زمانے میں علماء نہ صرف اپنے ہاتھوں کی کمائی سے گزر اوقات کرتے تھے بلکہ درس و تدریس بلا معاوضہ کرتے تھے بلکہ اپنے اموال طلبہ پر خرچ کرتے تھے۔ پروفیسر سید محمد سلیم لکھتے ہیں:

" نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مدرسہ نظامیہ کے قیام سے قبل مدرسہ امام ابو حنیفہ کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ یہ مدرسہ بھی چند علماء کے اشتراک عمل سے وجود میں آیا تھا۔ اس کی تعمیر اور قیام کی ذمہ داری ابو سعد المستوفی نے سال 459ھ میں لی تھی اور مدرسہ کی تدریس کا اہتمام استاذ ابو طاہر الیاس بن ناصر دیلمی (461ھ) کے سپرد تھی جو بغداد کی ایک عالم و فاضل شخصیت تھی۔ "[26]

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اداروں کی یہ مثالیں نمونہ کے طور پر ہیں، ورنہ مخیر اور اہل دولت حضرات کے اپنے اخراجات سے قائم کردہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے تمام اسلامی مراکز دنیا میں قائم تھے۔

عوامی تعلیمی و تربیتی ادارے

عوامی تعلیمی و تربیتی اداروں کی تیسری قسم عوامی تعلیمی و تربیتی ادارے ہیں یہ وہ تھے جو نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مسلمانوں نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت و تربیت کیلئے عوامی چندوں کے ذریعہ قائم کئے تھے۔ ان چندوں سے مدرسین کی تنخواہیں، طلبہ کیلئے خورد و نوش کا انتظام، تعمیری ضروریات اور دیگر نظم و نسق کے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔ جیسے مدرسہ بیہقیہ یہ عوامی مدرسہ تھا اس کے اخراجات عوامی چندوں سے پورے کئے جاتے تھے۔ اس طرح کے مدارس بھی عالم اسلام میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔[27]

خلاصہ بحث

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار میں ایک روشن باب ہے۔ رسول اللہ ﷺ تاریخ انسانی میں منفرد تحریک تعلیم و تربیت شروع کرنے والی وہ واحد ہستی ہیں جنہوں نے تعلیم و تربیت کو انسان کا بنیادی حق اور مسلمانوں کا بنیادی فریضہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت کو عام کرنے کی جو پالیسی اختیار کی تھی امت مسلمہ نے اسے ایک ادارے کی صورت میں منظم کیا جبکہ مدارس اس کی اداراتی صورت ہیں۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے نظام کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کائنات میں اسلام کی دعوت و تعلیم و تربیتات کا کام شروع کیا گیا نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ اصحابِ صفہ کے نام سے مشہور و معروف ہے صفہ چبوترے کو

---

26 سید، محمد سلیم، پروفیسر، ہند و پاک میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم، ص68

27 تاریخ مشائخ، ص13

کہتے ہیں اور یہ مدرسہ بھی ایک چبوترے کے تحت سایہ قائم تھا اس لیے اسے بھی اصحابِ صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس مدرسہ میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے پہلے استاذ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور پہلے شاگرد اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے ان کا نظام اوقات و قیام و طعام متعین نہیں ہوتا تھالہٰذا جب کچھ مل جائے تو کھالیا اور جب وقت ملے تو آرام فرمالیا اور ان کا نظام تعلیم و تربیت یہ تھا کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لاتے تو ان صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ یا قرآن کریم کی تعلیم و تربیت فرمادیتے۔

نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیمی مراکز کا رشتہ صفہ ءنبوی سے ملتا ہے جہاں پر معلم انسانیت، محسن کائنات، محمد عربی ﷺ نے تعلیم و تربیت دے کر ہیروں کو تراشا تھا اور دنیا کے سامنے امن و محبت کے خوگر اور الفت کے شیدائیوں کو پیش کیا تھا۔ جن کی تمام تر تعلیم و تربیات انسانیت کی خیر خواہی اور بھلائی پر مشتمل ہیں اور جو انسانیت کے غم خوار اور ہمدرد بن کر تشریف لائے ہیں۔ تمام انسانیت کو محبت کی تعلیم و تربیات عطا فرمائی اور ایثار و ہمدردی کا سبق پڑھایا اور دلوں سے نفرتوں کو نکال کر محبتوں کو پیوست کیا۔ چونکہ دنیا میں موجود تمام مدارس کا رابطہ اسی صفہ نبوی سے ہے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے عہد رسالتِ مآب ﷺ میں تعلیمی مراکز کی تاریخ و تاسیس کو تلاش کریں تو ان کی کڑی عہد رسالت سے جا کر ملتی ہے۔ عہد رسالت میں صفہ کے نام سے ایک مدرسہ / یونیورسٹی تھی جس میں شائقین علوم و معارف کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ جن کی کفالت خود نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت نسبتاً مختصر یعنی دو سال تین ماہ اور دس دن پر محیط تھا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت زیادہ تر مرتدین کی شورشوں کے قلع قمع میں گزرا مگر پھر بھی آپ کے زمانے میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اور تحصیل علم اور لکھنے پڑھنے کا بھی کافی حد تک زور تھا۔ فتح شام کے بعد نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے علوم دینیہ کی تعلیم و تربیت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ معلم قرآن کی حیثیت سے حمص میں قیام پزیر ہوئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فلسطین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں سکونت اختیار کی۔ انھوں نے علوم دینیہ کی تعلیم و تربیت کے لیے مدارس قائم کیے نتیجتاً لوگ اُمڈتے ہوئے سیلاب کی طرح ان مدارس میں آتے تھے۔ آپ کی خلافت کی مدت چار سال چند ماہ ہے حضرت علیرضی اللہ عنہ کا دور خلافت جب شروع ہوا تو متبعین اسلام کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ حضرت علیرضی اللہ عنہ جنہیں لسان نبوت سے باب العلم کا لقب ملا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اداروں کے قیام کا تصور پیش کیا۔ نوجوان ابو مسلم خراسانی نے عیسیٰ بن معقل کے ہاں پرورش پائی تھی اور جب بڑے ہوئے تو حصول تعلیم و تربیت کے لیے ایک مدرسہ میں جاتے تھے۔ اسی طرح اعلیٰ تعلیم و تربیت کے حصول کے لیے بڑی بڑی مساجد، مدارس اور جامعات کا کام دیتی تھیں۔ مکہ معظمہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور وہ قرآن و حدیث، فقہ، فرائض اور عربی زبان بھی سکھاتے تھے۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے عہد عباسی میں جس قدر علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا وہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہے۔ اس عہد کو عہد زریں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بیت الحکمت، اور مدارس کا قیام اس عہد کی اہم ترین خدمت ہے جس کا سہرا ہارون الرشید کے سر جاتا ہے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے چوتھی صدی ہجری میں فلسطین، شام، مصر اور ایران میں ایسے بے شمار مدارس سے گزرا۔ اصبھان، نیشاپور، سمرقند اور بخارا میں مشہور دانشگاہوں کے نام سے جانی جاتی تھی جن میں ان گنت فقہاء، محدثین، صوفیاء، ادباء اور دیگر علوم و فنون کے شہسوار بن کر نکلے۔

نتائج وحاصلات

اس تحقیق کے درج ذیل فوائد وحاصلات ہیں:

1. نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کا تاریخِ اسلامی کے مختلف ادوار میں ایک روشن باب ہے۔
2. رسول اللہ ﷺ تاریخ انسانی میں منفرد تحریک تعلیم وتربیت شروع کرنے والی وہ واحد ہستی ہیں جنہوں نے تعلیم وتربیت کو انسان کا بنیادی حق اور مسلمانوں کا بنیادی فریضہ قرار دیا۔
3. آپ ﷺ نے تعلیم وتربیت کو عام کرنے کی جو پالیسی اختیار کی تھی امت مسلمہ نے اسے ایک ادارے کی صورت میں منظم کیا۔
4. نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے نظام کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کائنات میں اسلام کی دعوت و تعلیم وتربیتات کا کام شروع کیا گیا نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ اصحابِ صفہ بنایا گیا۔
5. نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے پہلے استاذ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پہلے شاگرد اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔
6. آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے تو ان صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ یا قرآن کریم کی تعلیم وتربیت فرمادیتے۔
7. نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے تعلیمی مراکز کا رشتہ صفہء نبوی سے ملتا ہے جہاں پر معلم انسانیت، محسن کائنات، محمد عربی ﷺ نے تعلیم وتربیت دے کر ہیروں کو تراشا تھا۔
8. عہد رسالت میں صفہ کے نام سے ایک مدرسہ / یونیورسٹی تھی جس میں شائقین علوم ومعارف کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ جن کی کفالت خود نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔
9. عہدِ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت نسبتاً مختصر یعنی دو سال تین ماہ اور دس دن پر محیط تھا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت زیادہ تر مرتدین کی شورشوں کے قلع قمع میں گزرا مگر پھر بھی آپ کے زمانے میں نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اور تحصیل علم اور لکھنے پڑھنے کا بھی کافی حد تک زور تھا۔
10. عہد عمر فاروق میں فتح شام کے بعد نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے علوم دینیہ کی تعلیم وتربیت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔
11. عہد عثمانی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ معلم قرآن کی حیثیت سے حمص میں قیام پزیر ہوئے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فلسطین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں سکونت اختیار کی
12. حضرت علیرضی اللہ عنہ کا دور خلافت جب شروع ہوا تو متبعین اسلام کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ حضرت علی جنہیں لسان نبوت سے باب العلم کا لقب ملا تھا آپ نے نوجوانوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اداروں کے قیام کا تصور پیش کیا۔
13. نوجوان ابو مسلم خراسانی نے عیسی بن معقل کے ہاں پرورش پائی تھی اور جب بڑے ہوئے تو حصول تعلیم وتربیت کے لیے ایک مدرسہ میں جاتے تھے۔ اسی طرح اعلیٰ تعلیم وتربیت کے حصول کے لیے بڑی بڑی مساجد، مدارس اور جامعات کا کام دیتی تھیں۔

14. مکہ معظمہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور وہ قرآن وحدیث، فقہ، فرائض اور عربی زبان بھی سکھاتے تھے۔ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے عہد عباسی میں جس قدر علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا وہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہے۔
15. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے چوتھی صدی ہجری میں فلسطین، شام، مصر اور ایران میں ایسے بے شمار مدارس سے گزرا۔
16. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اصفہان، نیشاپور، سمرقند اور بخارا میں مشہور دانشگاہوں کے نام سے جانی جاتی تھی جن میں ان گنت فقہاء، محدثین، صوفیاء، ادباء اور دیگر علوم و فنون کے شہسوار بن کر نکلے۔

تجاویز و سفارشات

اس تحقیق کے نتیجہ میں درج ذیل شفارشات پیش کروں گی۔

1. آج کے اعتبار و سے مشعلِ راہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا تاریخِ اسلامی کا ایک روشن باب اسے مزید فروغ دیا جائے۔
2. آپ ﷺ نے تعلیم و تربیت کو عام کرنے کی جو پالیسی اختیار کی تھی امت مسلمہ نے اسے ایک ادارے کی صورت میں منظم کیا۔ اس پر آج بھی عمل کرنے کی ضرورت ہے۔
3. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے نظام کا آغاز اس وقت ہوا جب اس کائنات میں اسلام کی دعوت و تعلیم و تربیتات کا کام شروع کیا گیا نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اسلام کا سب سے پہلا مدرسہ اصحابِ صفہ بنایا گیا۔ ایسے ہی ادارے قائم کئے جائیں جہاں جدید تعلیم دی جائے۔
4. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے پہلے استاذ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور پہلے شاگرد اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ اس شعبہ کو مزید ترقی دی جائے اور اساتذہ کے مسائل حل کئے جائیں۔
5. آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لاتے تو ان صحابہ کرام کو کوئی مسئلہ یا قرآن کریم کی تعلیم و تربیت فرمادیتے. آج بھی قرآن کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔
6. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیمی مراکز کا رشتہ صفہء نبوی سے ملتا ہے جہاں پر معلم انسانیت، محسن کائنات، محمد عربی ﷺ نے تعلیم و تربیت دے کر ہیروں کو تراشا تھا۔ ان ہیروں کے نقش قدم پر چل کر تعلیم کو ترقی دی جائے۔
7. عہد رسالت میں صفہ کے نام سے ایک مدرسہ / یونیورسٹی تھی جس میں شائقین علوم و معارف کی بڑی تعداد موجود رہتی تھی۔ جن کی کفالت خود نبی کریم ﷺ فرماتے تھے۔ لہذہ آج بھی بچوں کی حکومتی سطح پر کفالت کی جائے۔
8. قرآن وحدیث، فقہ، فرائض اور عربی زبان بھی سکھاتے تھے۔ اسے آج بھی فروغ دینے کی ضرورت ہے۔
9. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے عہد عباسی میں جس قدر علوم و فنون کو فروغ حاصل ہوا وہ تاریخ کے صفحات پر رقم ہے جو آج ختم ہو چکے ہیں، انہیں مزید جدید طرز پر عام کیا جائے۔
10. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کی اہمیت کا معاشرے اور سماج میں اجاگر کیا جائے۔
11. نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے زیادہ سے زیادہ ادارے قائم کئے جائیں اور جو قائم ہیں ان کی بہتر سرپرستی کی جائے۔